تحریر: مولانا عبدالرؤف صابر

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلاف کرام

صحابہ کرامؓ طلب حدیث کے بہت حریص تھے۔ طلب حدیث کے لئے وہ جان ومال کی بازی لگادیتے تھے۔

صحابہ کرام کو حصول حدیث کا اس قدر شوق اور اس کی صحت کا اس قدر اہتمام تھا کہ تلاش بسیار کے باوجود ان کی نظیر نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ جنہیں مدینہ طیبہ میں رسول کریم ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ نے ایک حدیث اپنے محبوب مہمان نبی رحمت ﷺ سے سنی تھی۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ انہیں اس حدیث کے الفاظ میں کچھ اشتباہ سا ہو گیا۔ اس وقت ان کے علاوہ فقط ایک اور صحابی عقبہ بن عامر زندہ تھے۔ جنہوں نے اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سنا اور وہ مصر میں تھے۔ حضرت ابو ایوبؓ عازم سفر ہوئے لق ودق صحراؤں اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے ایک ماہ بعد مصر پہنچے۔ انہیں حضرت عقبہؓ کی جائے رہائش کا پتہ نہ تھا۔ اس لئے پہلے مصر کے گورنر مسلمہ بن مخلد انصاری کے یہاں تشریف لے گئے اور پہنچتے ہی ان سے کہا کہ میرے ساتھ ایک آدمی بھیج دیجئے جو مجھے عقبہ کے مکان تک پہنچادے۔ چنانچہ ان کے یہاں پہنچے انہیں خبر ہوئی تو وہ دوڑے دوڑے آئے۔ فرط محبت سے گلے لگ گئے اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ مومن کی پردہ داری اور عیب سے چشم پوشی سے متعلق جو حدیث آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ فقط وہی پوچھنے آیا ہوں۔ عقبہ گویا ہوئے۔

ابو ایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ مومن کی پردہ داری اور عیب سے چشم پوشی سے متعلق جو حدیث آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے فقط وہی پوچھنے آیا ہوں عقبہ گویا ہوئے۔۔۔۔۔۔۔

" سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من ستر مومنا فی الدنیا علی عورة ستره الله یوم القیامة."

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دنیا میں کسی مومن کی پردہ پوشی کی قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے سن کر تصدیق کی اور فرمایا مجھے اس حدیث کا پہلے بھی علم تھا۔ لیکن مجھے اس کے الفاظ میں شک ہو گیا تھا۔ تو میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تحقیق سے پہلے لوگوں کو یہ حدیث سناؤں۔

سبحان اللہ! کمال احتیاط اور حفاظت حدیث کا کیا انوکھا نمونہ ہے۔ ایک حدیث میں ذرا سا وہم ہو گیا فقط اس کے ازالہ کے لئے اتنا لمبا سفر خود اختیار کیا حدیث سننے کے بعد اسی روز سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ واپس ہو گئے۔ (عینی، فتح الباری)

صحابہ کرامؓ طلب حدیث کے بہت حریص تھے۔ طلب حدیث کے لئے وہ جان ومال کی بازیاں لگادیتے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی سورۃ کتاب اللہ کی نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ فلاں شخص کتاب اللہ کو مجھ سے زیادہ جانتا

ہے اور اونٹ کے ذریعہ اس کے پاس پہنچا جاسکتا ہے۔ تو میں ضرور سوار ہو کر اس کے پاس جاتا۔ (بخاری ۸/ ۷ /۴، مسلم ۴/ ۱۹۱۰۔ ۱۹۱۱)

" ولیس کلام ابن مسعود من باب الشک ولکن من شدة التوقی والحذر۔"

حضرت جابر بن عباس ؓ ایک مہینہ کا سفر کر کے حضرت عبداللہ بن انیس ؓ کے پاس صرف ایک حدیث سیکھنے کے لئے پہنچے۔ (اخرجه البخاری تعلیقا مجزوما به (۱/ ۱۷۳) وقال ابن حجر االاسناد حسن) اس میدان میں صحابہ کرام ؓ کی محنت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی ہر چھوٹی بڑی بات کو بڑے ہی اہتمام سے نقل فرمایا۔ آپ ﷺ چاہے سفر میں رہے ہوں یا حضر میں جنگ کی حالت میں رہے ہوں یا امن کی حالت میں خوشی میں رہے ہوں یا خفگی میں یہاں تک کہ ازواج مطہرات کے ساتھ ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ غرضیکہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس کو صحابہ کرام ؓ نے بیان نہ کیا ہو اور اسے تحریر نہ کر لیا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ہم صحابہ کرام ؓ پر ایک ہلکی سی روشنی ڈالنے کے بعد اپنے اکابرین پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ہمارے اکابرین میں حدیث رسول اللہ ﷺ اور دینی علوم سے کتنی محبت تھی اور آج ہم میں کتنی محبت ہے اور کس حد تک ہے۔

شاید ہمیں معلوم نہیں یا اگر ہمیں معلوم ہے تو ہم صرف اور صرف جمود اور تعطل کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہمارا خون سرد ہو چکا ہے اور جذبہ ایمانی بالکل سرد ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام ابن ابی حاتم رازی ؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو علمی شغف اور شوق طلب عطا کی تھی۔ وہ طلباء نبویہ کے لئے ایک قابل فخر نمونہ اور نظیر ہے۔

آپ ؒ اپنے اوقات کا جس قدر خیال کرتے تھے اس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ آپ اپنے والد محترم امام ابو حاتم سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے علم حاصل کرتے تھے۔ حتی کہ جب آپ بیت الخلاء کے لئے جاتے تب بھی یہ ان کو درس سنا کر جاتے تھے۔

آپ کے علمی ذوق اور وقت کی قدر کا اندازہ اس واقعہ سے خوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جس کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مصر میں قیام کئے ہوئے سات مہینے گزر چکے تھے۔ اس درمیان کوئی شوربہ دار سالن نہیں استعمال کیا تھا۔ دن بھر مشائخ کے درس میں حاضر رہتا تھا اور رات بھر اس کو نسخ کرتا اور ترتیب دیتا۔ ایک دن کسی شیخ کے یہاں گئے وہ علیل تھے۔ اس لئے واپس چلے آئے۔ راستہ میں ایک اچھی مچھلی بک رہی تھی۔ اس کو خرید لیا۔ لیکن جب رہائش گاہ پر پہنچے تو دوسرے شیخ کی مجلس کا وقت آگیا تھا۔ لہذا مچھلی کو وہیں رکھ کر درس کے لئے روانہ ہوگئے پھر تین دن تک اسی طرح آمد روفت کا سلسلہ جاری رہا اور اس کو پکانے و اصلاح کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ جب اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوا تو بلا پکائے ہوئے اس کو کھا گئے اور فرمایا۔

" لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجَسَدِ۔"

جسم کو آرام پہنچا کر علم کو نہیں حاصل کیا جاسکتا۔

بزرگو اور دوستو! آپ نے دیکھا یہ تھی علم سے سچی لگن کچی مچھلی کھانا پسند کر لیا۔ لیکن شیوخ کے درس میں غیر حاضر ہونا گوارا نہیں کیا اس کے برخلاف آج کل اکثر اساتذہ خود درس سے غائب رہتے ہیں۔ وہ قوم کے بچوں کو کیا آگے بڑھائیں گے۔

آیئے آخر میں اب ایک اور عظیم ہستی سے کچھ نصیحت حاصل کریں۔ محدث مدینہ شیخ حماد انصاری نے اپنی زندگی میں بہت سے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ آپ ہوش سنبھالنے سے لے کر آخری سانس تک تعلیم و تعلم میں لگے رہے۔ آپ نے تحصیل علم میں بڑے بڑے پاپڑ بیلے ہیں۔ عصر حاضر کی طرح کھانے پینے آنے جانے روشنی و دیگر وسائل کا اس وقت افریقہ جیسے ملک میں انتظام نہ تھا۔ آپ راتوں کو چاند کی روشنی میں پڑھتے تھے۔ جب چاند چھپ جاتا اور رات کی تاریکی بڑھ جاتی تو آگ کا الاؤ جلا کر اس کی روشنی میں لکھتے اور پڑھتے تھے لکھنے کے لئے لکڑی تراش کر قلم بناتے تھے۔ اور توا وغیرہ کا کالا گرد و غبار اور درخت کی گوند سے روشنائی بنا کر لکھتے تھے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ اس معاشرے میں علم کی کتنی اہمیت تھی اور شیخ صاحب کو پڑھنے سے کتنی لگن اور چاہت تھی کہ حوصلہ شکن حالات تعلیم کی

راہ کا روڑا نہ بن سکے۔

لیکن آج کے طلباء اس سے کوسوں دور ہیں۔ جب کہ ضرورت کی ساری چیزیں اکثر وبیشتر مدارس میں مہیا ہیں۔ پھر بھی مدارس کی خدمات کو بھول جاتے ہیں اور انہیں فراموش کردیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے اساتذہ ودیگر منتظمین ہمارے لئے کتنی پریشانیاں اٹھاتے ہیں اور مدرسے کے اخراجات کے لئے کون کون سی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ہمیں کچھ بھی خبر نہیں۔ لہذا ہم محنت سے علم کو حاصل کریں اور اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ اس کا احساس آج ہمیں ہورہاہے۔ ہم بھی کبھی نونہالان جامعہ میں سے ایک تھے۔ لیکن آج جو کچھ ہم پر ہے اور ہم میں ہے وہ ہمارے مشفق اساتذہ اور مربیان کی مہربانیاں ہیں ورنہ ہم کسی لائق نہ تھے۔

دور حاضر کے طلباء میں نہ علم قرآن کا شوق ہے اور نہ علم حدیث کا۔ نہ علم طب سے دلچسپی ہے اور نہ علم عروض سے اگر دلچسپی ہے تو فلم سے ناول سے اور رنگین جگہوں کی سیرو تفریح سے جب ان بے چاروں میں حدیث شریف کی تکریم وتعظیم ہی نہیں تو یہ بے چارے علم حدیث کو کیسے سیکھ سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں احادیث اور قرآنی آیات کا بہت احترام تھا اگر کبھی کوئی حدیث شریف یا قرآن مجید کا ٹکڑا بکھرا ہوا پالیتے تو اسے بڑی عزت کے ساتھ جیب میں رکھ لیتے یا کسی محفوظ جگہ پر ڈال دیتے۔ اس خیال سے کہ کسی کے پاؤں تلے یا کسی گندے مقام پر نہ پڑ جائے۔ جس سے قرآن وحدیث رسول ﷺ کی توہین ہو اور فرشتے ہم پر لعنت کریں اور ہم خدا کے عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر علم کا حاصل کرنا آسان ہوتا تو ہر کوئی اپنے آپ کو محدث ومفسر گردانتا۔ خود کو علامہ ابن تیمیہ اور علامہ اقبال کہتا۔ لیکن انسان اپنے ہاتھوں اور عملوں سے مجبور ہے۔ اگر ہم علم حاصل کئے ہوتے اور محنت کرتے تو انشاء اللہ ہماری کوشش رائیگاں نہ جاتی۔

اے جوانو! بیدار ہوجاؤ۔ غفلت کی روا کو دور ہٹاؤ اور قرآن وسنت کی تعلیم میں مصروف ہوجاؤ۔ ایک ایک حدیث کے لئے صحابہ کرام نے کیا کیا قربانیاں دی تھیں۔ کن کن صحراؤں، بیابانوں، ریگ زاروں اور خار زاروں کی خاک چھانی تھی اور سفر کی مصیبتوں کو برداشت کیا تھا۔ آپ ابن بطوطہ ودیگر اسلامی سیاحوں کی زندگی کو دیکھیں کہ انہوں نے سیاحی کے ذریعہ دینی اور دنیوی علوم کو کس طرح حاصل کیا۔ شاید ہمیں معلوم نہیں یا اگر ہمیں معلوم ہے تو صرف اور صرف ہم جمود وتعطل کا شکار ہوچکے ہیں۔ ہمارا خون سرد ہوچکا ہے اور ہمارا جذبہ ایمانی بالکل ٹھنڈا ہوگیا ہے۔ ہمارے اسلاف قرآن کریم ہی سے قلب وجگر کی روشنی اور ایمانی حرارت حاصل کرتے تھے۔

آہ اب ان دلوں میں کفر کی سیاہی اور ظلم وطغیان کی تیرگی بھر چکی ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری قندیل ایمان بجھی بجھی سی رہتی ہے اور ہم ذلیل ورسوا ہیں اور ہم بھیڑ بکریوں کی طرح کاٹے جاتے ہیں۔ کوئی ہماری فریاد اور آواز سننے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی کتاب ہدایت اور نبی ﷺ کی سنت پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

بقیہ اوصاف مسلم

زنا نہیں کرتے" سورۃ المومنون میں ہے والذین هم لفروجهم حافظون ۔ یہ سب لوگ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں ہماری شریعت میں زنا سب سے بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے شادی شدہ مجرم کو سنگسار کرتے اور غیر شادی شدہ کو سو درے لگانے کا حکم ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی ایسے شخص کو سنگسار نے کا حکم دیا تھا لیکن اب تو یہودیوں اور عیسائیوں میں اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ مسلمان بھی ان کی صحبت میں رہ کر احکام شریعت سے غافل ہوچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اس جرم کا مرتکب ہوگا قیامت کے روز اس کے گناہوں کو دوگنا کردوں گا اور اسے جہنم میں ذلیل وخوار کروں گا۔ لیکن اگر کوئی اپنے گناہوں پر نادم ہو اور پھر توبہ کرے تو اس کیلئے حکم ہے۔ الا من تاب وامن وعمل صالحا فاؤ لئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفورا رحيما. (الفرقان)"

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے توبہ کرلی جائے زندگی بھر اس کا ارتکاب نہ کیا جائے اور پھر سچے دل سے ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دے گا۔ جو آخرت میں اس کی نجات کیلئے کافی ہونگے۔ گناہ کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے اس آیت میں یہ بھی واضح فرمایا کہ جب وہ توبہ کرنے کے بعد نیک کام کرنے لگتا ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوجاتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ

جس شخص نے کسی کا روزہ افطار کروایا۔ تو اسے بھی اس کے برابر اجر ملے گا اور افطار کرنے والے کے اجر سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔